

12641- جہاد میں قوت کے لیے روزہ افطار کرنا

سوال

کیا مجاہدین کے لیے رمضان المبارک کے لیے روزے چھوڑنا جائز ہے حالانکہ وہ اپنے ملک میں بستے ہیں اور مسافر بھی نہیں؟

پسندیدہ جواب

جی ہاں جہاد میں طاقت حاصل کرنے

کے لیے مجاہدین کے لیے روزے ترک کرنا جائز ہے، اگرچہ وہ اپنے ملک میں ہی ہوں کیونکہ روزہ انہیں لڑائی میں کمزور اور دشمن کو گرتہ پہنچانے میں بھی کمزور ہو جائیں گے۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقوال

میں سے ایک قول یہی ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے دونوں شاگرد ابن مفلح اور ابن قیم رحمہم اللہ تعالیٰ اور دوسرے اہل علم نے بھی اختیار کیا ہے۔

دیکھیں کتاب: الفروع لابن مفلح (3)

(28/-)

جہاد کے سبب روزہ ترک کرنے کی

مشروعیت پر احادیث بھی وارد ہیں جن میں مندرجہ ذیل حدیث بھی شامل ہے:

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بیان کرتے ہیں کہ ہم نے فتح مکہ کے سال مکہ کی جانب سفر کیا تو ہم میں نے روزے سے

تھے، ہم نے راستے میں ایک جگہ پر پڑاؤ کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے

لگے:

تم دشمن کے قریب پہنچ چکے ہو اور

روزہ نہ افطار کرنا تمہارے لیے زیادہ طاقت کا باعث ہوگا۔

تو ہمارے لیے یہ رخصت تھی لہذا ہم میں

سے کچھ نے روزہ رکھا اور کچھ نے روزہ چھوڑ دیا، پھر ہم نے ایک اور جگہ پر پڑاؤ کیا

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم صبح اپنے دشمن سے مقابلہ کرو گے
اور روزہ چھوڑنا تمہارے لیے زیادہ طاقت کا باعث ہو گا لہذا روزہ چھوڑ دو، تو یہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عزیمت تھی لہذا ہم نے روزہ چھوڑ دیا۔

صحیح مسلم حدیث نمبر (1120)۔

اور ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا کہ انہوں نے لوگوں کو فوج مکہ کے سال سفر میں روزہ چھوڑنے کا حکم
دیا اور یہ فرمایا:

دشمن کے مقابلہ میں طاقت حاصل کرو۔

سنن ابو داؤد حدیث نمبر (2365)۔

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ التلخیص الجبیر
میں کہا ہے کہ اسے امام حاکم اور ابن عبد البر نے صحیح کہا ہے اھ

تو یہ دونوں حدیثیں لوگوں کے لیے روزہ
چھوڑنے پر دلالت کرتی ہیں جو کہ سفر کی وجہ سے نہیں بلکہ جہاد میں دشمن کے مقابلہ
میں قوت حاصل کرنے کے لیے ہے۔

موطا کی شرح المنتقی میں اس کی شرح
کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

قولہ (دشمن کے مقابلہ کے لیے طاقت
حاصل کرو) ان کے روزہ چھوڑنے کا یہ ہی سبب تھا۔۔۔ اور اگر اس میں سفر کی علت ہوتی
تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے مقابلہ کے لیے طاقت حاصل کرنے کی علت بیان
نہ کرتے۔ اھ۔

اور مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فیض
التقدیر میں کچھ اس طرح کہا ہے:

(مصبح) یعنی تم صبح ان سے مقابلہ
کرنے والے ہو۔

اور ایک روایت میں ہے (تم دشمن کے
قریب پہنچ چکے ہو)

روزہ افطار کرنے کی علت یہ ہے کہ وہ
دشمن کے قریب اور اس سے مقابلہ کرنے کی قوت حاصل کرنا یہاں پر روزہ بھی جہاد کے لیے
چھوڑنا کہ سفر کی بنا پر، لہذا اگر انہیں حضر میں بھی دشمن سے مقابلہ کرنا
ہو اور روزہ افطار کر کے ان کے مقابلہ کے لیے طاقت حاصل کرنا چاہیں تو جائز ہوگا،
کیونکہ صرف سفر کی بنا پر روزہ چھوڑنے اولیٰ اور افضل ہے۔ اھ

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے زاد
المعاد میں کہا ہے :

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں
دشمن کے قریب پہنچنے پر حکم دیتے کہ وہ روزہ چھوڑ دیں تاکہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے
لیے طاقت حاصل کر سکیں، اور اگر اس طرح کا کوئی واقعہ حضر میں بھی موافق ہوتا اور روزہ
ترک کرنے میں دشمن کے مقابلہ میں قوت حاصل ہوتی تو کیا اس میں بھی روزہ چھوڑنا جائز
ہے؟

اس میں علماء کرام کے دو قول ہیں :

دلیل کے اعتبار سے زیادہ صحیح یہی ہے
کہ انہیں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی
یہی قول اختیار کیا ہے، اور جب مسلمان لشکر کا دمشق کے باہر دشمن سے مقابلہ ہوا
تو شیخ الاسلام نے یہی فتویٰ جاری کیا تھا، اور پھر اس لیے بھی کہ جہاد کی مشقت
سفر میں آنے والی مشقت سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے۔

اور پھر روزہ نہ رکھنے میں مجاہد کے
لیے حاصل ہونے والی مصلحت سفر کی مصلحت سے بھی زیادہ عظیم ہے، اور اسی لیے اللہ
تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿اور تم دشمن کے مقابلہ کے لیے جتنی
استطاعت ہو تیاری کر کے رکھو﴾۔ الانفال (60)۔

اور دشمن سے مقابلہ کے وقت روزہ افطار کرنا قوت کے اسباب میں سب سے بڑا سبب ہے۔۔۔ اور اس لیے بھی کہ جب صحابہ کرام دشمن کے قریب پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا:

(یقیناً تم دشمن کے قریب پہنچ چکے ہو اور روزہ افطار کرنا تمہاری طاقت میں اضافہ کا باعث ہے، اور اس وقت یہ رخصت تھی، پھر وہ ایک اور جگہ پر پڑاؤ کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بلاشبہ تم صبح دشمن سے مقابلہ کرنے والے ہو لہذا روزہ نہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ طاقت کا باعث ہوگا اس لیے روزہ نہ رکھو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ عزیمت تھی لہذا ہم نے روزہ چھوڑ دیا)

لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے قریب ہونے اور انہیں قوت و طاقت کے محتاج ہونے کی علت بیان کی کہ وہ دشمن سے مقابلہ کرنے والے ہیں اس لیے روزہ نہ رکھیں، لہذا یہ سفر کے علاوہ ایک اور سبب تھا، اور سفر تو مستقل طور پر ہفتہ ایک سبب ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیل بیان کرتے ہوئے ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اشارہ کیا ہے۔۔۔۔

بالجملہ یہ ہے کہ شارع علیہ کی تنبیہ اور حکمت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جہاد کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا صرف سفر کی وجہ سے روزہ چھوڑنے سے اولیٰ اور افضل ہے، یہ کیسے نہ ہو حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علت کی طرف اشارہ بھی کیا اور اس پر متنبہ بھی کرتے ہوئے اس کے حکم کی صراحت بھی کر دی اور انہیں عزم کے ساتھ جہاد کی وجہ سے روزہ افطار کرنے کہا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ عیسیٰ بن یونس شعبہ سے اور وہ عمرو بن دینار سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن صحابہ کرام سے فرمایا:

آج لڑائی کا دن ہے اس لیے روزہ افطار کر لو۔

یہاں پر روزہ نہ رکھنے کی علت لڑائی
اور جہاد بیان فرمائی اور اس پر افطار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فاء کا استعمال کیا
اور فرمایا فافطر وا، یعنی لہذا افطار کرو، اور اس لفظ کے بولنے ہر ایک یہ سمجھ
سکتا ہے کہ روزہ نہ رکھنا لڑائی اور دشمن کے مقابلہ کی وجہ سے تھا۔ اھ

دیکھیں زاد المعاد (53/2-54)۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور جس معرکہ کا ذکر ابن قیم رحمہ
اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے وہ معرکہ مسلمانوں اور تتراریوں کے مابین سن 702 ہجری میں
ہوا تھا، جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تھی۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے
ہیں :

اور (ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے
(لوگوں کو لڑائی کی مدت میں روزہ نہ رکھنے کا فتویٰ دیا اور خود بھی روزہ نہ رکھا،
اور وہ خود فوجیوں اور امراء کے پاس جاتے اور وہاں اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیز میں
سے کھاتے رہے تاکہ انہیں یہ علم ہو جائے تاکہ لڑائی کے لیے طاقت حاصل کرنے کے لیے ان
کا روزہ نہ رکھنا افضل اور اولیٰ ہے، اور لوگ بھی کھانے لگے۔ اھ

دیکھیں کتاب: البدایہ والنہایہ (14)

(31/ -

واللہ اعلم.